البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ صٓ

(۲)

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾
اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾ۙ وَالطَّیۡرَ

یہ جو کچھ کہتے ہیں، اُس پر صبر کرو، (اے پیغمبر)، اور بڑی قوت کے مالک، ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو۔[127] حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی رجوع کرنے والا تھا۔[128] ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو

۱۲۷۔ اِس لیے کہ خود بھی اُس کے حلم و تحمل سے تسلی حاصل کرو اور اپنے مخاطبین کو بھی توجہ دلاؤ کہ اِن سے کہیں بڑھ کر قوت و شوکت اور دولت و حشمت کا مالک ہونے کے باوجود وہ کسی غرور و تکبر میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ داؤد علیہ السلام خدا کے پیغمبر بھی تھے اور بنی اسرائیل کے عظیم بادشاہ بھی۔ ہم سورۂ سبا (۳۴) کی تفسیر میں پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ اُن کی سلطنت خلیج عقبہ سے دریاے فرات کے مغربی کناروں تک پھیلی ہوئی تھی جس پر وہ ۹۶۵ ق م تک حکومت کرتے رہے۔

۱۲۸۔ یعنی زور و قوت نے اُس کے اندر رعونت پیدا نہیں کی تھی، بلکہ اُس کی خشیت و انابت کو اور بڑھا دیا تھا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... قرآن نے یہاں ’ذَا الۡاَیۡدِ‘ اور ’اَوَّاب‘، دونوں صفتوں کو ایک ساتھ ذکر کر کے یہ دکھایا ہے کہ کوئی صاحب قوت و حکومت شخص اللہ تعالیٰ کا منظور نظر بندہ اُس وقت بنتا ہے، جب قوت و شوکت کے ساتھ

مَحۡشُوۡرَۃً ؕ کُلٌّ لَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ شَدَدۡنَا مُلۡکَہٗ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحِکۡمَۃَ وَ فَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾
وَ ہَلۡ اَتٰىکَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۘ اِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ ﴿ۙ۲۱﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی
دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡہُمۡ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ۚ خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ

مسخر کر دیا تھا کہ صبح و شام اُس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی، جھنڈ کے جھنڈ[129] —— سب اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے اُس کی سلطنت مضبوط کر دی تھی، اُس کو حکمت عطا کی تھی اور نزاعات میں فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔ ۱۷-۲۰

تمھیں اُن لوگوں کی خبر پہنچی ہے[130] جو مقدمہ لے کر آئے تھے؟ جب وہ دیوار پھاند کر اُس کی محراب[131] میں داخل ہو گئے،[132] اُس وقت جب وہ داؤد کے پاس پہنچ گئے تو وہ اُن سے ڈر گیا۔

اُس کے اندر 'اوابیت' کی صفت پائی جائے۔ اگر قوت و صولت اُس کے اندر 'عزت و شقاق' کی رعونت پیدا کر دے تو یہ نمرودیت اور فرعونیت ہے جو اللہ کے نزدیک ملعون و مبغوض ہے۔'' (تدبر قرآن ۶/۵۲۲)

۱۲۹۔ یعنی اپنے خاص لحن میں جب وہ زبور کے منظوم نغمے چھیڑتے تو دشت و جبل، چرند و پرند، سب اُن کے ہم نوا ہو کر اُن کے شریک بزم بن جاتے تھے۔ قرآن نے دوسرے مقامات میں تصریح فرمائی ہے کہ اِس کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن انسان اُس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ تاہم حضرت داؤد کا معاملہ یہ نہیں تھا۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُنھیں پہاڑوں کو موم کر دینے والا اور پرندوں کو جذب کر لینے والا سوز و لحن بخشا تھا، اُسی طرح اُن کو وہ گوش شنوا بھی عطا فرمایا تھا کہ وہ اُن کی تسبیح و مناجات کو سمجھ سکیں۔

۱۳۰۔ یہ اسلوب خطاب واقعہ کی اہمیت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور اِس میں مخاطبین کے لیے فی الجملہ تشویق و ترغیب بھی ہے کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ اُس کو سنیں۔

۱۳۱۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی خلوت گاہ میں۔ شاہی محلات کی تعمیر میں محرابوں کی کثرت ہوتی تھی۔ اِسی سے یہ لفظ اُن کے کمروں، برآمدوں اور نشست گاہوں کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ اردو زبان میں بھی اِس کا یہ استعمال معروف ہے۔

۱۳۲۔ اصل الفاظ ہیں: 'اِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ'۔ اِن میں تضمین ہے، یعنی 'تَسَوَّرُوا الۡجِدَارَ

فَاحۡکُمۡ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاہۡدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾
اِنَّ ہٰذَاۤ اَخِیۡ ۟ قف لَہٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَۃً وَّلِیَ نَعۡجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۟ قف فَقَالَ
اَکۡفِلۡنِیۡہَا وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِکَ اِلٰی

اُنھوں نے فوراً کہا کہ آپ ڈریں نہیں، ہم دو فریق معاملہ ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجیے اور کوئی بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔[۱۳۳] ۲۱-۲۲

یہ میرا بھائی ہے۔ اِس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔[۱۳۴] اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور اِس نے بحث میں مجھے دبا لیا ہے۔[۱۳۵] داؤد نے کہا: اِس

وَدَخَلُوا الۡمِحۡرَابَ‘۔

۱۳۳۔ آگے جو مقدمہ پیش کیا گیا ہے، اُس سے واضح ہے کہ یہ کوئی حقیقی فریق مقدمہ نہیں تھے، بلکہ ایسے لوگ تھے جو تمثیل کے اسلوب میں خود حضرت داؤد کو اُن کی کسی غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے اِس طریقے سے اُن کے محل میں داخل ہوئے تھے۔ یہ اُن کے کوئی خیر خواہ بھی ہو سکتے ہیں اور خدا کے فرشتے بھی جو انسانی صورت میں آئے اور اُنھیں توجہ دلا کر چلے گئے۔ بائیبل سے پہلی بات کی تائید ہوتی ہے، لیکن غور کیجیے تو دوسری بات زیادہ قرین قیاس ہے۔ اِس لیے کہ رعایا کے کسی فرد یا افراد کا اِس طرح دیوار پھاند کر فرماں روا کے وقت کی خلوت گاہ میں جا پہنچنا آسانی کے ساتھ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ تاہم اِس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کیسے خدا ترس اور متحمل مزاج بادشاہ تھے کہ اُن کی اِس حرکت پر کچھ بھی کبیدہ خاطر نہیں ہوئے، بلکہ اپنی عدل پروری کے باعث فوراً اُن کا مقدمہ سننے کے لیے تیار ہو گئے۔ اِس کے باوجود کہ اُن کا اسلوب گفتگو بھی، جیسا کہ ’لَا تُشۡطِطۡ‘ کے لفظ سے ظاہر ہے، کچھ ایسا شایستہ نہیں تھا۔

۱۳۴۔ اُس زمانے کے تمدن میں لوگوں کی اصل دولت بھیڑوں اور دنبیوں کے ریوڑ ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ تمثیل میں اُنھی کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳۵۔ یعنی چونکہ دولت مند ہے اور میں ایک غریب آدمی ہوں، گرد و پیش کے لوگ اِسی کی حمایت کر رہے

نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ
رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾

نے تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے یقیناً تم پر ظلم کیا ہے[136] اور واقعہ یہ ہے کہ معاملے کے اکثر شریک اِسی طرح ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔[137] اِس سے وہی بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اُس وقت داؤد کو خیال ہوا کہ یہ تو ہم نے اُس کا امتحان کیا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور اُس کے حضور جھک کر سجدے میں گر گیا[138] اور (پورے دل سے اُس کی طرف) رجوع ہوا۔ تب اُس کی وہ خطا[139] ہم نے معاف کر دی اور اُس کے لیے یقیناً ہمارے پاس تقرب کا خاص مقام اور اچھا انجام ہے۔ ۲۳-۲۵

ہیں، اِس لیے دب کر رہ گیا ہوں، بحث و جدال میں اِس سے جیتنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

۱۳۶۔ اصل الفاظ ہیں: 'لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ'۔ اِن میں لفظ 'سُؤَال' مطالبے کے مفہوم میں ہے۔ اِس مفہوم کے لیے عربی زبان میں اِس کا استعمال معروف ہے۔ اِس کے بعد 'اِلٰى' کا صلہ ہے۔ یہ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لفظ یہاں 'ضَمّ' یا 'خَلْط' کے مفہوم پر متضمن ہے۔

۱۳۷۔ یعنی اپنے ننانوے کو سو بنانے کی فکر میں اِسی طرح ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

۱۳۸۔ اصل الفاظ ہیں: 'خَرَّ رَاكِعًا'۔ لفظ 'خَرَّ' دلیل ہے کہ وہ صرف جھکے ہی نہیں، اِس کے ساتھ اُنھوں نے سجدہ بھی کیا۔

۱۳۹۔ یہ خطا کیا تھی؟ قرآن نے اِس کی تصریح نہیں کی، لہٰذا ہمیں بھی اُس کو جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ اُن کے سامنے مقدمہ جس تمثیل کی صورت میں رکھا گیا ہے، اُس کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ بادشاہ کی حیثیت سے کسی شخصی یا اجتماعی ضرورت کے لیے کسی دوسرے کی ملکیت سے تعرض کرنے کی کوئی خواہش غالباً اُن کے دل میں پیدا ہوئی یا اُن کی طرف سے اُس کا اظہار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی یہ صورت پیدا کر دی۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَلَا
تَتَّبِعِ الۡہَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا یَوۡمَ الۡحِسَابِ ﴿۲۶﴾
وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۚ
فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اے داؤد، ہم نے تمھیں زمین میں حاکم بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان (اِسی طرح) انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ وہ تمھیں خدا کی راہ سے بھٹکا دے۔[۱۴۰] جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے یقیناً سخت سزا ہے، اِس لیے کہ اُنھوں نے روز حساب کو بھلا دیا۔ ۲۶

(لیکن یہ آکر رہے گا،[۱۴۱] اِس لیے کہ) زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو ہم نے عبث پیدا نہیں کیا ہے۔[۱۴۲] یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو انکار پر اڑ گئے ہیں۔ سو اِن منکروں کے لیے جہنم کی ہلاکت ہے۔ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے اُن جیسا کر

۱۴۰۔ یہی ہدایت، ظاہر ہے کہ دنیا کے تمام حکمرانوں کے لیے بھی ہے۔

۱۴۱۔ یعنی روز حساب۔

۱۴۲۔ یہ دلیل بیان فرمائی ہے کہ اگر حساب کا دن نہ آئے تو اِس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ یہ دنیا ایک باطل کارخانہ ہے، اِس میں کوئی حکمت اور کوئی مقصد نہیں ہے اور اِس کا خالق ایک کھلنڈرا ہے جس نے اپنا دل بہلانے کے لیے یہ دنیا بنا دی ہے جس میں حق و باطل اور خیر و شر میں سرے سے کوئی امتیاز ہی نہیں ہے۔ اِس طرح کی بات، ظاہر ہے کہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو فیصلہ کر بیٹھے ہوں کہ ہر چیز کو مان لیں گے، لیکن آخرت کو کسی حال میں نہیں مانیں گے، اگرچہ اُس کے دلائل کیسے ہی ناقابل تردید ہوں۔

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں؟ یا خدا سے ڈرنے والوں کو اُس کے نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ (ہر گز نہیں، یہ قرآن اِسی حقیقت کی یاد دہانی کرتا ہے)، یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے، (اے پیغمبر)، تمھاری طرف نازل کی ہے۔اِس لیے کہ لوگ اِس کی آیتوں پر غور کریں اوراِس لیے کہ عقل والے اِس سے یاد دہانی حاصل کریں۔۲۷-۲۹

[باقی]

اعتذار

ماہنامہ اشراق مارچ ۲۰۲۴ء کے شمارے میں صفحہ ۵۲ پر تحریر میں ایک لائن ''ان کے نانا قیس بن زید کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم سے ہوئی تھی۔''، غلطی سے شائع ہوگئی تھی۔اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

—— ادارہ